

Rasm o Rawaj Ki Zanjeer

[میرے دھیال میں بچوں کے رشتے بہت چھوٹی عمر میں کر دینے کا رواج تھا – میری دادی پڑھی لکھی تھیں لیکن میرے دادا نے ہمیشہ اپنی مرضی چلائی اور دادی ہمیشہ کڑھتی رہیں لیکن دادا اپنے نام کے ایک تھے وہ کبھی شس سے مس نہ ہوئے – ماضی کے جھروکے میں نظر دوڑاؤں تو پھوپھو م معصوم چہرہ میری آنکھوں کو آنسوؤں سے دندھلا دیتا ہے – میری بڑی پھوپھی کی عمر ان دنوں سات برس تھی۔ میرے چچا پھوپھی سے چھوٹے تھے۔ میرے داداالیم یافتہ ہونے کے باوجود ان فرسودہ رسم وروایات کے سخت پابند تھے جس کا دادی کو بہت صدمہ تھا۔ اکثر ان کی دادا سے سخت ناراضی ہو جاتی تھی مگر وہ ان کی باتوں کو خاص اہمیت نہیں دیتے تھے۔ خاندان کے ایک گھرانے سے میری بڑی پھوپھی کے لئے رشتہ آیا۔ پھوپھا سترہ سال کے تھے جبکہ پھوپھی ابھی سات سال کی تھیں کہ ان کی شادی کر دی گئی۔ یہاں عمروں کا تفاوت کوئی اہمیت نہیں رکھتا تھا۔ دادی کے چبھنے چلانے کا کسی پر کوئی اثر نہ ہوا۔ بھائی چھوٹے تھے۔ دادی نے ننھیال والوں سے مدد چاہی تو داد اناراض ہو گئے۔ انہوں نے طلاق کی دھمکی دے دی۔ دادی کو اس بات کا بہت صدمہ تھا۔ وہ چار پائی سے لگ گئیں وہ بہت روشن خیال تھیں لیکن اس اجڈ خاندان میں پنہن گئیں تھیں – مگر ان کی کسی نے پروا نہ کی۔ بیٹے ذرا بڑے ہوئے، انہوں نے ماں کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ بڑی پھوپھو بھی دادی سے ملنے نہ آتی تھیں۔ ابو اور تایا بڑے ہو گئے تو دادی نے اس واقعے کو دل سے بھلادیا۔ میری دوسری پھوپھو سب سے چھوٹی اور بہت خوبصورت تھیں – ابو اور تایا کی شادی ہو گئی۔ وہ دونوں ان رسموں کو صرف اس حد تک ناپسند کرتے تھے کہ لڑکیوں کی شادی چھوٹی عمر میں کرنے کے قائل نہ تھے۔ انہیں اس بات کا بھی دکھ تھا کہ ان کی بہن کی چھوٹی عمر میں شادی کر دی گئی۔ میری چھوٹی پھوپھو زبین تھیں، اس لئے بھائیوں نے انہیں پڑھانے کا فیصلہ کیا۔ یوں تو ہمارے خاندان کی سبھی لڑکیاں خوبصورت تھیں مگر پھوپھو ان سب میں نمبر لے گئی تھیں۔ ان کا نام گلزار تھا۔ وہ واقعی گل کی طرح نرم و نازک تھیں۔ بچپن سے ہی لوگ ان کے حسن کی تعریف کرتے تھے۔ قدرت نے انہیں بہت اچھی عادات سے نوازا تھا۔ ایسا مکمل حسن کم ہی دیکھنے کو ملتا ہے، وہ گھر بھر کی لائلی تھیں۔ بھائی ان کی ہر خواہش کا احترام کرتے تھے۔ تائی بہت اچھی تھیں۔ انہوں نے گلزار پھوپھو کو بڑے پیار سے اپنے ساتھ رکھا۔ جب خاندان میں لڑکیوں کو پڑھانا برا خیال کیا جاتا تھا، اس وقت انہوں نے گل کو تعلیم دلانی۔ پانچویں میں گل نے پورے اسکول میں پہلی پوزیشن حاصل کی تھی۔ اس کے بعد بھائیوں نے انہیں پردے میں بٹھادیا۔ جب میں پیدا ہوئی تو گلزار پھوپھو ان دنوں گھر میں ہوتی تھیں – انہوں نے میرا نام مومنیہ رکھا۔ وہ مجھے بہت پیار کرتی تھی۔ ہر وقت اٹھائے رکھتی تھیں۔ انہوں نے بالکل ماٹوں کی طرح میری پرورش کی تھی کیونکہ میری پیدائش کے بعد امی جان پیار ہو گئی تھیں۔ پھوپھو نے مجھے اپنے پاس رکھ لیا۔ ساتھ سلاٹیں، اپنے ہاتھ سے کھلاتی پلاتی تھیں۔ میں بھی ان کے سوا کسی کے پاس نہ جاتی تھی۔ میری پھوپھو نیک سیرت تھیں۔ وہ بچپن سے ہی بہت عبادت گزار تھیں۔ انہی کی بدولت ہمارے گھر میں رونق تھی، گویا برکتوں کا نزول ہوتا تھا۔ دشمن بھی ان کی شرافت کی مثالیں دیا کرتے تھے۔ ان کی عمر سولہ سال ہونے کے باوجود ابھی تک شادی نہیں ہوئی تھی کیونکہ ابو اور تایا نہیں چاہتے تھے۔ اگر چھوٹی پھوپھی کا نکاح اپنے کزن کے ساتھ بچپن میں کر دیا گیا تھا۔ یوسف جنہیں میں چچا کہتی تھی وہ شہر میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ چچا یوسف خان بظاہر تعلیم یافتہ اور ایک سلجھے ہوئے انسان تسلیم کئے جاتے تھے لیکن داداجان کی طرح وہ بھی عورت کے دشمن تھے۔ ایک رات سب لوگ کہیں شادی میں گئے ہوئے تھے۔ شادی قریبی عزیزوں کی تھی۔ ابو خرابی طبیعت کی وجہ سے نہ جاسکے تھے۔ پھوپھو ابو سے بہت محبت کرتی تھیں۔ انہوں نے بھی جانے سے انکار کر دیا۔ پھوپھو کی وجہ سے میں بھی نہ گئی۔ ابو کو اچانک رات کو تیز بخار ہو گیا۔ وہ بے سدھ ہو گئے۔ پھوپھو کو کچھ بھائی نہ دیا۔ ہمارے گھر کے ساتھ انہیں دنوں ایک ڈاکٹر آ بیٹھا تھا۔ اس کی فیملی ساتھ تھی۔ ایک نوجوان لڑکی کا یوں رات کو نکلنا معیوب سمجھا جاتا تھا مگر پھوپھو سے ابو کی حالت دیکھی نہ گئی۔ وہ بغیر سوچے سمجھے مجھے ساتھ لے کر گھر سے نکل کھڑی ہوئیں۔ ڈاکٹر کا گھر اگلی گلی میں تھا۔ وہ بھاگتی ہوئی ڈاکٹر کے دروازے تک گئیں۔ رات کے دو بجے تھے۔ سردیوں کی راتیں تھیں۔ لحاف سے اٹھنا بہت مشکل تھا۔ انہوں نے دروازہ بجایا۔ ڈاکٹر حبیب نے ہی دروازہ کھولا۔ پھوپھو گل کے منہ سے آواز نہیں نکل رہی تھی۔ انہوں نے بمشکل کہا۔ میرا بھائی بیمار ہے، جلدی سے چلنے ڈاکٹر صاحب۔ آپ کہاں سے آئی ہیں؟ وہ حیران تھا کہ ایک نوجوان خوبصورت لڑکی رات کو اکیلی آگئی جبکہ زمانہ بھی خراب ہے۔ 'نہیں کوئی چال نہ ہو۔ پھوپھو نے جب تایا جان کا نام لیا تو وہ آگئے۔ ڈاکٹر کافی دیر بیٹھا رہا ادھر پھوپھو بھائی کی پریشانی میں لگی تھیں۔ یہ بھی نہ جان سکیں وہ کب چپکے سے ڈاکٹر کے دل کی گہری وادی میں اتر گئیں۔ وہ بہت اچھا آدمی تھا۔ ابو کو کافی دیر بعد ہوش آیا۔ ڈاکٹر کا کہنا تھا کہ بخار نے دماغ پر اثر کیا تھا۔ اگر بروقت طبی امداد نہ ملتی تو خدانخواستہ اگلے جہان جانے کا اندیشہ تھا۔ اس نے بخار اتر جانے کے بعد ابو کو سکون کی دوا دی اور چلا گیا۔ گل انہیں چھوڑنے دروازے تک گئیں۔ ڈاکٹر نے موقع غنیمت جانا اور کہہ دیا کہ میں نے آج تک آپ جیسی لڑکی نہیں دیکھی۔ آپ غالباً وہی ہیں جس کا میں نے آج تک انتظار کیا ہے۔ میں آپ کے بزرگوں سے شادی کے سلسلے میں بات کروں گا۔ آپ کے جواب کا، 'انتظار ہے۔ اس کے خیالوں کی یلغار سے پھوپھو بھی خود کو نہ بچا سکیں، حالانکہ وہ جانتی تھیں کہ یوسف خان کی منکوحہ ہیں۔ وہ کسی بھی وقت انہیں لینے آسکتا ہے۔ ڈاکٹر کی محبت کی پٹی ان کی آنکھوں پر ایسے بندھی کہ سب کچھ فراموش کر کے اس پر خار راستے پر قدم رکھ دیا، حالانکہ وہ بہت اچھی طرح جانتی تھیں کہ اس جرم محبت کی سزا بہت کڑی ملے گی۔ ان حویلیوں میں ایسی لڑکیوں کو دفن کر دیا جاتا تھا۔ محبت نے گل کو بھی بے بس کر دیا۔ نہ چاہتے ہوئے بھی اس نے پیار کی پائل پائوں میں باندھ لی، جس کی جھنکار وہ چھپانا چاہتی تھی مگر نہ چھپا سکتی تھی۔ بہت تھم تھم کے قدم اٹھاتی رہی مگر اس کی پیار کی جھنکار نے لوگوں کو خبر دار کر دیا۔ یہ اظہار گل نے تو نہیں کیا مگر ڈاکٹر حبیب کو جب انیڈیل ملا تو انہوں نے انتظار نہ کیا۔ میری عمر ان دنوں سات سال تھی۔ ایک دن اسکول سے واپسی پر مجھے راستے میں ڈاکٹر صاحب مل گئے۔ انہوں نے بڑے پیار سے مجھے روکا۔ اپنے ساتھ لے گئے، ٹافیاں لے کر دیں۔ وہ مجھے بہت اچھے لگتے تھے۔ انہوں نے آتے ہوئے مجھے ایک خط دیا کہ یہ خط اپنی گل کو دے دینا اور کسی کو نہ بتانا اور نہ گھر والے تمہاری پھوپھو کو گولی مار دیں گے۔ 'ان کا یہ نفسیاتی حربہ کارگر ثابت ہوا۔ میں واقعی اس بات سے ڈر گئی۔ گھر آئی۔ پھوپھو تائی کے ساتھ بیٹھیں تھیں، میں خاموشی سے کمرے میں چلی گئی۔ جب مجھے اس طرح خاموش دیکھا تو پھوپھو میرے پیچھے آ گئیں۔ میں نے خط دیتے ہوئے ساری تفصیل بتائی۔ انہوں نے جلدی سے خط

صاحب تک پہنچادیا۔ لیا اور چلی گئیں۔ اسی شام انہوں نے مجھے جواب لکھ کر دیا۔ میں نے انتہائی راز داری سے ڈاکٹر نہیں جانتی تھی کہ خط میں کیا لکھا تھا مگر خط پڑھ کر ڈاکٹر صاحب بہت زیادہ خوش ہوئے۔ میں خوشی خوشی گھر آئی۔ پتا نہیں چھپھونے کیا لکھا تھا کہ اگلے دن حبیب کی والدہ اور بہن رشتہ مانگنے آ گئیں۔ ان کے والد صاحب بھی ملے۔ گھر میں ایک کھرام مچ گیا۔ تایا جان بار بار یہ کہتے تھے کہ آج تک کسی کو یہ جرأت نہ ہوئی کہ ہمارے گھر رشتہ بھیجیں۔ سارا زمانہ جانتا ہے کہ ہم لڑکیاں اپنے خاندان میں بیاتے ہیں۔ ڈاکٹر حبیب کا تعلق ایک پڑھی لکھی فیملی سے تھا۔ لڑکی لڑکے کی پسند کو وہ لوگ معیوب نہیں سمجھتے تھے، اس لئے انہوں نے تایا جان سے بھی یہی بات کہہ دی کہ لڑکا لڑکی کی ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں، تو رشتہ کرنے میں کیا برائی ہے اور یہی کہنا قیامت ہو گیا۔ یہ تو سب کو معلوم ہی تھا کہ گل کی ڈاکٹر سے ایک اتفاقیہ ملاقات ہو چکی ہے۔ افسانہ گھر نے کے لئے سماج کو بنیاد مل گئی جس پر انہوں نے ان دونوں کے بیچ ایک بہت بڑی دیوار کھڑی کر دی۔ تا یا اور ابو بندوق لے کر اسے مارنے کے لئے دوڑے، یہ تو عورتوں نے بیچ بچائو کر وایا، ورنہ پتا نہیں اس دن کیا ہو جاتا۔ پھوپھی کا خیال تھا کہ وہ حسب دستور اپنی ضد منوانے میں کامیاب ہو جائیں گی۔ ان کو اپنے بھائیوں کے لاڈ پیار کا بڑا مان تھا مگر ان کے سارے مان ٹوٹ گئے۔ ابو جن کی زندگی بچانے کی خاطر رات کو گھر سے نکل کھڑی ہوئی تھیں انہوں نے ہاتھ اٹھادیا۔ میں نے یہ منظر دیکھا تو زور زور سے رونے لگی۔ میں رو رہی تھی اور کہہ رہی تھی کہ میں نے تو آپ کو نہیں بتا یا پھر آپ کیوں مار رہے ہیں پھوپھو کو۔ ابو کاما تھا ٹھنک گیا کہ کوئی اور بات بھی ہوئی ہے۔ انہوں نے مجھ سے پوچھنے کی کوشش کی۔ میں نے سب کچھ بتادیا۔ میرا خیال تھا کہ اس طرح وہ پھوپھو کو نہیں ماریں گے۔ میرا خیال غلط نکلا، میرے اس انکشاف نے گھر میں کشیدگی بڑھادی۔ سب میری پاکیزہ اور نیک سیرت پھوپھو سے نفرت کرنے لگے۔ حبیب کا تعلق ایک بہت بڑی فیملی سے تھا۔ وہ شیر کے بہت مشہور ڈاکٹر تھے۔ اس لئے ابو اور تایا کے عتاب سے بچ گئے ورنہ وہ انہیں یقیناً قتل کر دیتے۔ میں نے اپنے باپ کو غصے میں پہلی بار دیکھا تھا۔ ان کی آنکھیں لال انگارہ ہو رہی تھیں۔ ادھر پھوپھو نے اپنی ضد سے بھلنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان پر ہر طرح سے دباؤ ڈالا گیا مگر وہ اپنے عزم سے نہ ہٹیں۔ انہوں نے اپنی بات سے انکار پر خود کشی کی کوشش بھی کی لیکن کامیاب نہ ہو سکیں۔ جب ڈاکٹر حبیب کو علم ہوا تو انہوں نے کہا میں آپ لوگوں پر مقدمہ کر دوں گا۔ آپ نے اسے زہر دینے کی کوشش کی ہے۔ ان کی یہ دھمکی کارگر ثابت ہوئی۔ چچا اور ابو ان کے بارے میں غور کرنے پر مجبور ہو گئے۔ جب اس بات کا علم یوسف خان کو ہوا تو وہ کسی بھرے ہوئے شیر کی طرح ہم پر چڑھ دوڑا، حالانکہ تایا نے اپنی تائید کے لئے انہیں شہر سے بلوایا تھا مگر وہ توانا ان کا ہی دشمن ہو گیا کہ آپ لوگ لڑکی کی حفاظت ٹھیک طرح سے نہیں کر سکتے۔ آخر اس شخص کو گھر میں داخلے کی اجازت کیوں اور کیسے ملی۔ ابو اور خاندان کے کچھ بزرگوں کے سمجھانے پر اس نے پھوپھو کو طلاق دے دی کیونکہ ابو نے اسے میرا رشتہ دینا منظور کر لیا تھا۔ یہ بات صبیحہ راز میں تھی۔ مجھے اور پھوپھو کو بھی اس بات کا پتہ نہ چلا کہ کیا ہوا ہے۔ یوسف خان کس طرح راضی ہوا ہے۔ وہ دل سے راضی نہیں ہوا تھا بلکہ اس نے بزرگوں کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے تھے۔ اس کے دل میں انتقام کی آگ جوالا مکھی بن کر دیک رہی تھی۔ یوسف خان سے طلاق کے بعد پھوپھو کی شادی اس شرط پر ڈاکٹر حبیب سے کر دی گئی کہ اس گھر سے کوئی تعلق نہ ہوگا۔ وہ بھائیوں کو کبھی اپنی شکل نہیں دکھائے گی۔ بچھو نے سب کچھ منظور کر لیا لیکن ڈاکٹر کا ساتھ چھوڑنے پر رضامند نہ ہوئیں۔ اس طرح انہوں نے پورے خاندان کی قربانی دے کر اپنی محبت پالی۔ بظاہر بات ختم ہو گئی مگر یوسف کے دل سے بات ابھی تک نہیں نکلی تھی۔ وہ انتقام کی آگ میں جل رہا تھا۔ شادی کے کچھ عرصے بعد ابو اور تایا ابو دو دن کے لئے شیر گئے۔ گھر میں صرف عورتیں تھیں، پھوپھو ہمارے گھر آئیں۔ وہ اپنے گھر میں بہت خوش تھیں مگر انہیں میری یاد بہت ستاتی تھی۔ وہ امی کو بڑی مشکل سے راضی کر کے مجھے اپنے گھر لے گئیں۔ اس دن وہ گھر میں اکیلی تھیں۔ انہوں نے کہا کہ کل تک وہ مجھے واپس چھوڑ جائیں گی۔ انہوں نے مجھے بہت پیار کیا۔ یہ میری پھوپھی کی زندگی کی آخری رات تھی۔ رات کو دس بجے کے قریب یوسف دیوار پھاند کر اندر آگیا اور ان پر چاقو کے پے در پے وار کر کے چلا گیا۔ میں پھوپھو کو دیکھ کر روتی رہی۔ خون سے مجھے وحشت ہونے لگی۔ مجھے باہر نکلنے کا کوئی رستہ نہ مل رہا تھا۔ بند کمرے میں روشن دان سے باہر نکلنا میرے لئے ممکن نہ تھا۔ ایک کھڑکی دکھائی دی، تپھی میں اس کو کھول کر نکل بھاگی تھی۔ مجھے پولیس والوں کو بیان دینا پڑا اور جو دیکھا تھا من و عن بتادیا۔ انہوں نے یوسف کو دھر لیا۔ اس وقت مجھے معلوم ہوا کہ پھوپھو کے بدلے یوسف خان سے میرا نکاح ہو چکا تھا۔ اس بنا پر تایا نے اسے بچانے کی بہت کوشش کی۔ دوسرے وہ ان کے جذبات کا بھی تر جمان تھا، اسی لئے وہ اسے سزا موت سے پچانا چاہتے تھے۔ ڈاکٹر حبیب نے مجرم کو سزا دلانے کے لئے بیسہ پانی کی طرح بہادیا۔ آخر کار یوسف کو اس کے کئے کی سزا مل گئی۔ رواجوں کے دیونے نہ جانے کتنے گھر اجاڑ دیئے۔ ڈاکٹر حبیب نے آج تک شادی نہیں کی۔ وہ غیر ملک چلے گئے۔ مجھے پر تو عمری میں بیوی کا دھبہ لگ گیا ہے۔ یہ ظلم پتا نہیں کب تک جاری رہے گا۔“]